

سودی نظام: عالمی معیشت پر اثرات اور اسلامی متبادل کا تجزیاتی مطالعہ

The Usurious System: An Analytical Study of Its Effects on the Global Economy and the Islamic Alternative

1. **Hassan Shakeel**

Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan.

Email: malikhassan4030@gmail.com

2. **Dr. Syed Hamid Farooq Bukhari**

Head, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan.

Email: hamid.farooq@uog.edu.pk

Abstract

This research paper examines the pervasive influence of the interest-based (usurious) system on the contemporary global economy and analyzes its multifaceted effects from both conventional and Islamic perspectives. The modern world economy is fundamentally structured around interest, which permeates every aspect of banking, government fiscal policy, corporate finance, international trade, and individual consumer credit. Despite its universal acceptance as a seemingly indispensable component of modern financial systems, this paper argues that the interest-based system harbors inherent contradictions and generates numerous negative consequences. These include widening economic inequality, wealth concentration among the already affluent, financial instability, recurrent economic crises, unjust distribution of resources, and the exploitation of vulnerable borrowers. Furthermore, the study highlights the deep moral, ethical, and social crises engendered by the normalization of usury. From the Islamic perspective, interest (Riba) is not merely an economic issue but a fundamental moral and spiritual transgression prohibited by clear and unequivocal texts of the Qur'an and Sunnah. The Islamic economic system, rooted in justice (Adl), benevolence (Ihsan), and human welfare (Falah), completely prohibits interest, as it fosters exploitation, oppression, and the unjust accumulation of wealth. The Qur'an declares engagement in interest-based transactions as a declaration of war against Allah and His Messenger, indicating the gravity of this prohibition. This study explores the definition and Islamic legal ruling on Riba, its various types, and contrasts it with Halal trade. It argues for a paradigm shift towards an ethical, just, and sustainable economic model based on Islamic principles of risk-sharing, asset-backed financing, and social justice, which can address the systemic flaws of the conventional usurious system.

Key Words: Riba, usury, interest, global economy, Islamic economics, economic inequality, prohibition

تعارف (Introduction)

عصر حاضر کی عالمی معیشت ایک پیچیدہ اور مربوط نظام پر قائم ہے جس کی بنیادیں جدید مالیاتی ڈھانچے پر استوار ہیں۔ اس ڈھانچے میں مرکزی حیثیت سودی نظام کو حاصل ہے، جو قرض، سرمایہ کاری، تجارت اور بین الاقوامی مالیات کے ہر پہلو میں سرایت کر چکا ہے۔ بینکوں سے لے کر حکومتی پالیسیوں تک اور کارپوریٹ فنانس سے لے کر عام صارف کے قرضوں تک سود ایک ایسے ناگزیر جزو کے طور پر موجود ہے جس کے

بغیر جدید معیشت کا تصور محال سمجھا جاتا ہے۔ تاہم اس عالمگیر قبولیت کے باوجود سودی نظام اپنے اندر کئی ایسے تضادات اور منفی اثرات رکھتا ہے جو نہ صرف معاشی عدم مساوات، عدم استحکام اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث بنتے ہیں بلکہ گہرے اخلاقی اور سماجی بحرانوں کو بھی جنم دیتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے "سود" یا "ربا" محض ایک معاشی مسئلہ نہیں بلکہ ایک بنیادی اخلاقی اور روحانی معاملہ ہے جس کی حرمت قرآن و سنت میں قطعی اور واضح نصوص سے ثابت ہے۔ اسلام نے ایک ایسے معاشی نظام کی بنیاد رکھی ہے جس کا مقصد عدل، احسان اور فلاح انسانیت کا قیام ہے۔ اس نظام میں سود کے لیے کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ استحصال، ظلم اور دولت کے غیر منصفانہ ارتکاز کو فروغ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود کے لین دین کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا ہے¹، جو اس کی سنگینی کی واضح ترین دلیل ہے۔

سودی تعریف اور اس کی شرعی حیثیت

اسلامی معاشی فکر میں سود کی ممانعت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی حرمت کو سمجھنے کے لیے "ربا" کی لغوی واصطلاحی تعریف اور اس کی اقسام کو جاننا ضروری ہے۔

لغوی تعریف (Lexical Definition)

عربی لغت میں "ربا" کا مادہ (ر-ب-و) ہے جس کا بنیادی مطلب زیادتی، بڑھوتری اور نشوونما ہے۔ یہ لفظ کسی بھی چیز میں اضافے اور بلندی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مشہور لغوی امام ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الرِّبَا هُوَ الزِّيَادَةُ، وَأَصْلُهُ مِنْ رَبَا الشَّيْءُ يَرْبُو إِذَا زَادَ وَنَمَا."²

"ربا زیادتی کو کہتے ہیں، اور اس کی اصل 'ربا' الشیء یربو سے ہے، یعنی جب کوئی چیز بڑھ جائے اور نشوونما پائے جائے۔"

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا ہے یعنی ان میں اضافہ اور نشوونما عطا کرتا ہے۔ امام راغب اصفہانی کے مطابق ربا سے مراد اصل سرمائے پر ہونے والی زیادتی ہے۔³

اصطلاحی تعریف (Terminological Definition)

شریعت کی اصطلاح میں "ربا" سے مراد وہ خاص زیادتی ہے جو کسی مالیاتی لین دین یا قرض کے معاہدے میں بغیر کسی جائز شرعی معاوضے (عوض) کے شرط کے ساتھ وصول کی جائے۔ اس کی جامع تعریفات فقہاء نے مختلف انداز میں کی ہیں۔ امام جصاص جو کہ حنفی فقہ کے ایک مستند امام ہیں اپنی کتاب 'احکام القرآن' میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"الرِّبَا هُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوطُ فِيهِ الْأَجَلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرَضِ."⁴

¹ البقرة: 279-

² ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار صادر، س-ن، ج 14، ص 304

³ الأصفهانی، أبو القاسم حسین بن محمد بن الفضل الراغب، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار المعرفة، لبنان، 2002ء، ج 1، ص 340

⁴ الجصاص، أبو بکر احمد بن علی الرازی۔ احکام القرآن۔ تحقیق: محمد الصادق قنجاوی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1994ء، ج 1، ص 634

”ربا وہ قرض ہے جس میں مدت کی شرط لگائی گئی ہو اور قرض لینے والے پر اصل مال سے کچھ زیادہ مال کی شرط عائد کی گئی ہو۔“

ایک مزید جامع اور مانع تعریف جو ربا کی دونوں اقسام (ربا الفضل اور ربا النسیئہ) پر محیط ہے، امام کاسانی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ’بدائع الصنائع‘ میں بیان کی ہے:

”هو فضلٌ خالٍ عن عوضٍ شرطاً لأحد المتعاقدين في عقد المعاوضة.“⁵

”یہ (ربا) وہ اضافی مال ہے جو (اپنے) عوض سے خالی ہو اور جس کی شرط لین دین کے معاہدے میں دو فریقوں میں سے کسی ایک کے لیے لگائی گئی ہو۔“

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی اصطلاح میں ربا سے مراد ہر وہ مشروط اور متعین اضافہ ہے جو قرض کے معاملے میں اصل زر پر یا ایک ہی جنس کی ہم وزن اشیاء کے تبادلے میں کمی بیشی کی صورت میں بغیر کسی حقیقی کاروباری محنت یا شراکت کے حاصل کیا جائے۔ شرعی اصطلاح میں، ”ربا“ سے مراد قرض کے معاملے میں اصل سرمائے (راس المال) پر بغیر کسی محنت یا کاروباری شراکت کے مشروط اور متعین اضافہ وصول کرنا ہے۔ اس کے علاوہ، ایک ہی جنس کی اشیاء کے تبادلے میں کمی بیشی کو بھی ربا میں شمار کیا جاتا ہے۔ معاصر علماء نے اس کی جامع تعریف یوں کی ہے کہ ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل کیا جائے، وہ ربا کے زمرے میں آتا ہے۔⁶ قرآن و سنت کی روشنی میں ربا کی دو بنیادی اقسام واضح ہوتی ہیں:

1. ربا النسیئۃ (ربا القرض): یہ سود کی سب سے عام اور مشہور قسم ہے، جس سے مراد قرض پر ایک مقررہ شرح سے اضافی رقم وصول کرنا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر ایک شخص دوسرے کو ایک سال کے لیے 100 روپے اس شرط پر قرض دے کہ واپسی پر 110 روپے وصول کرے گا، تو یہ اضافی 10 روپے ”ربا النسیئۃ“ کہلائیں گے۔ یہی وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دے کر ختم کیا۔ معاصر مسلم علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جدید بینکنگ نظام میں رائج شرح سود (Interest) اپنی ماہیت اور نتائج کے اعتبار سے بعینہ وہی ربا النسیئۃ ہے جس کی حرمت قرآن نے بیان کی ہے۔⁷ قرآن مجید میں حرمتِ ربا کا بنیادی ہدف یہی قسم ہے۔

⁵ الکاسانی، علاء الدین بن مسعود۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ تحقیق: علی محمد معوض۔ عادل أحمد عبدالموجود۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء، ج 5، ص 183۔

⁶ محمد تقی عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار (کراچی: دار السلام، 2010)، ص 71۔

⁷ یوسف القرضاوی، الاقتصاد الإسلامي: المبادئ والتطبيقات (القاهرة: دار الشروق، 2005)، 2: 515۔

2. ربا النسبيۃ کو شریعت میں 'اصل ربا' کا مقام حاصل ہے اور اسی کی حرمت پر قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ وارد ہوئی ہیں۔ اس کی ممانعت کی بنیادی وجہ وہ ظلم اور استحصال ہے جو اس کے طریقہ کار میں پوشیدہ ہے۔ اس نظام میں قرض دینے والا (سرمایہ دار) کسی قسم کا کاروباری خطرہ (Risk) مول نہیں لیتا اور اس کا منافع وقت گزرنے کے ساتھ متعین اور یقینی ہوتا ہے، جبکہ قرض لینے والا (محنت کش یا ضرورت مند) تمام کاروباری خطرات کا بوجھ تنہا اٹھاتا ہے۔ اگر اسے کاروبار میں نفع ہو تو اس کا ایک حصہ سود کی شکل میں سرمایہ دار کو منتقل ہو جاتا ہے، اور اگر نقصان ہو جائے تو بھی اسے اصل سرمائے کے ساتھ سود کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے، جو اسے مزید معاشی تباہی کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اس کی اخلاقی قباحت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ فرد میں خود غرضی اور سنگ دلی پیدا کرتا ہے اور معاشرے سے ہمدردی اور باہمی تعاون کی روح کو ختم کر دیتا ہے۔⁸

جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی واضح کرتے ہیں کہ تجارتی اور صر فی سود میں تفریق کرنا محض ایک جدید مغالطہ ہے کیونکہ قرآن کی ممانعت ہر قسم کے قرض پر مشروط اضافے کو شامل ہے، خواہ وہ ذاتی ضرورت کے لیے ہو یا تجارتی مقاصد کے لیے۔⁹ اسلامی مالیاتی نظام کی پوری عمارت اسی اصول پر قائم ہے کہ سرمائے کو قرض کے بجائے شراکت (مشارکہ و مضاربہ) کی بنیاد پر استعمال کیا جائے، جہاں نفع اور نقصان دونوں میں منصفانہ شرکت ہو۔

3. ربا الفضل (ربا البیع): اس سے مراد ایک ہی جنس کی اعلیٰ معیار کی شے کا تبادلہ اسی جنس کی کم معیار کی شے سے زیادہ مقدار میں کرنا ہے۔ اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں آپ نے چھ اشیاء سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک — "الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلا بمثل، سواء بسواء، يدا بيد، فإذا اختلفت هذه الأصناف، فبيعوا كيف شئتم، إذا كان يدا بيد"۔¹⁰ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے فروخت کیا جائے، برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ (فوری)۔ پس جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جیسے چاہو فروخت کرو بشرطیکہ یہ لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو۔"

⁸ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ (لاہور: اسلامی مطالعات، 2002)، ص 258۔

⁹ محمد تقی عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار (کراچی: دار السلام، 2010)، ص 75۔

¹⁰ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الصرف و بیع الذهب بالورق نقد، حدیث رقم: 1587۔

یہاں آپ ﷺ تباد لے کے اصول بیان فرمائے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جب ان اشیاء کا تبادلہ اپنی ہی جنس سے کیا جائے تو وہ برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہیے اور اگر کوئی کمی بیشی کی گئی تو وہ سود ہو گا۔¹¹ اس حکم کا مقصد تجارتی معاملات میں ہر قسم کے استحصال اور دھوکہ دہی کا سد باب کرنا تھا تاکہ تبادلہ خالصتاً ضرورت کی بنیاد پر ہو، نہ کہ منافع خوری کے لیے۔

ربا الفضل جسے سود بیع بھی کہا جاتا ہے سود کی وہ پوشیدہ اور باریک شکل ہے جو قرض کے بجائے براہ راست اشیاء کے باہمی تبادلے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ایک ہی جنس کی دو چیزوں کا لین دین کرتے وقت، ان کے معیار کے فرق کو مقدار کی کمی بیشی کا جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ مثال کے طور پر، ایک کلو گرام عمدہ کھجوروں کا تبادلہ ڈیڑھ کلو گرام ناقص کھجوروں سے کرنا ربا الفضل کہلائے گا، اگرچہ فریقین اس پر راضی ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث میں اس ممانعت کا مقصد سود کے چور دروازے کو بند کرنا ہے۔ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ معیار کی معمولی بہتری کو بنیاد بنا کر مقدار میں اضافہ وصول کیا جائے، کیونکہ یہ عمل بالآخر استحصال اور غرر (دھوکہ) کو جنم دیتا ہے۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کرنسی (سونا و چاندی) کو بذات خود تجارت کی شے نہ بنایا جائے اور اجناس کا تبادلہ حقیقی ضرورت کے تحت ہو، نہ کہ محض منافع خوری اور سٹہ بازی کے لیے۔¹² یوں اسلام تمام تجارتی معاملات میں شفافیت، انصاف اور ہر قسم کے استحصال کے خاتمے کو یقینی بناتا ہے۔

قرآن و سنت سے حرمت کے دلائل

سود کی حرمت اسلام کے ان چند احکامات میں سے ہے جو تدریجاً اور انتہائی تاکید کے ساتھ نازل ہوئے۔ قرآن مجید میں حرمتِ ربا کے چار مراحل بیان کیے گئے ہیں:

پہلا مرحلہ (سورۃ الروم، آیت 39): "وَمَا آتَيْتُمْ مِّن رَّبًّا لِّيَرْزُقُو فِیْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْزُقُو عِنْدَ اللَّهِ"¹³ اور جو تم سود پر دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔" اس آیت میں سود کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا لیکن اسے حرام نہیں کیا گیا۔

دوسرا مرحلہ (سورۃ النساء، آیت 161): "یہاں یہودیوں کے برے اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: "وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ"¹⁴ اور ان کے سود لینے کے سبب سے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔"

¹¹ یہ حدیث صحیح مسلم، کتاب المساقاة، میں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔

¹² سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ، ص 265

¹³ الروم 30:39

¹⁴ النساء 4:161

اس سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ سود ایک فتنہ عمل ہے جس کی پچھلی شریعتوں میں بھی ممانعت تھی۔
تیسرا مرحلہ (سورۃ آل عمران، آیت 130): يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً¹⁵ "ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا اور چو گنا کر کے سود مت کھاؤ۔" یہاں واضح طور پر سود کی ایک خاص شکل کو حرام قرار دیا گیا۔
چوتھا اور حتمی مرحلہ (سورۃ البقرۃ، آیات 275-279): ان آیات میں سود کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا اور اس پر شدید وعید سنائی گئی۔ فرمایا گیا: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا¹⁶ "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (روز قیامت) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر مخلوط الحواس بنا دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔" يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ¹⁷ "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ "فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ"¹⁸ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

یہ آیات سود کے معاملے میں کسی بھی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔ ڈاکٹر عبد الرحمن السدیس کے مطابق، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کسی اور گناہ پر نہیں کیا گیا، جو اس عمل کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔¹⁹

احادیث نبوی ﷺ

احادیث نبوی ﷺ میں بھی سود کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا ومؤكله وکاتبه وشاهديه وقال هم سواء"²⁰ "حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔"

¹⁵ آل عمران 3: 130

¹⁶ البقرۃ 2: 275

¹⁷ البقرۃ 2: 276

¹⁸ البقرۃ 2: 278، 279

¹⁹ عبد الرحمن السدیس، الاقتصاد الإسلامي وآثره في المجتمعات الحديثة (مكة: دار السلام، 2010)، صفحہ 92۔

²⁰ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن آکل الربا ومؤكله، حدیث رقم: 1598

"الرِّبَا سَبْعُونَ بَابًا، أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكَحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ."²¹

”سود کے ستر (سے زیادہ) دروازے (یا گناہ) ہیں ان میں سے سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔“

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تصنیف اسلامی معیشت میں سود کی حرمت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سود فرد میں خود غرضی، بے رحمی اور زر پرستی پیدا کرتا ہے اور معاشرے سے ہمدردی اور باہمی تعاون کی روح کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں ایک فریق کا نفع یقینی اور دوسرے کا نقصان ممکن ہوتا ہے، جو عدل اجتماعی کے اسلامی تصور کے صریحاً خلاف ہے۔²²

عالمی معیشت پر سودی نظام کے منفی اثرات

سودی نظام، جو آج عالمی معیشت کی شہ رگ بن چکا ہے، اپنے ساتھ متعدد تباہ کن اثرات رکھتا ہے۔ یہ اثرات نہ صرف معاشی بلکہ سماجی اور اخلاقی پہلوؤں پر بھی محیط ہیں۔ معاصر مسلم اسکالرز نے ان اثرات کا گہرائی سے تجزیہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ نظام انسانی فلاح کے بجائے چند سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔

1. معاشی عدم مساوات اور دولت کا ارتکاز

سودی نظام کا سب سے نمایاں اور تباہ کن پہلو یہ ہے کہ یہ دولت کو غریب سے امیر کی طرف منتقل کرتا ہے۔ جب کوئی ضرورت مند فرد یا ادارہ قرض لیتا ہے تو اسے اصل رقم کے ساتھ سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اضافی رقم قرض دینے والے کی جیب میں بغیر کسی محنت اور خطرے کے چلی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، قرض لینے والا، جو عموماً پیداواری سرگرمیوں کے لیے سرمایہ حاصل کرتا ہے، کاروبار کے تمام خطرات برداشت کرتا ہے۔ اگر اسے نفع ہو تو اس کا ایک حصہ سود کی شکل میں lender کو چلا جاتا ہے، اور اگر نقصان ہو تو اسے اصل زر کے ساتھ سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے، جو اسے مزید غربت میں دھکیل دیتا ہے۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے مطابق، یہ میکانزم منظم طریقے سے وسائل کو معاشرے کے وسیع تر طبقے سے نکال کر ایک محدود سرمایہ دار طبقے کے ہاتھوں میں مرکز کر دیتا ہے، جس سے امیر اور غریب کے درمیان خلیج وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔²³

²¹ اس حدیث کا ایک متن سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث رقم: 2275 میں مذکور ہے۔

اس سے ملتا جلتا متن المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب البیوع، حدیث رقم: 2259 میں بھی موجود ہے

²² مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ (لاہور: اسلامی مطالعات، 2002)، صفحہ 255۔

²³ صدیقی، نجات اللہ، اسلامی معاشی نظام اور اس کے اصول (اسلام آباد: اسلامی پبلیکیشنز، 2008)، صفحہ 67۔

یہ عمل صرف انفرادی سطح پر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی جاری ہے۔ ترقی پذیر ممالک عالمی مالیاتی اداروں جیسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے بھاری شرح سود پر قرض لیتے ہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی کے لیے انہیں اپنی آمدنی کا بڑا حصہ سود کی قسطوں کی مد میں دینا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تعلیم، صحت اور بنیادی ڈھانچے جیسے اہم شعبوں میں سرمایہ کاری نہیں کر پاتے۔ اس طرح یہ ممالک قرضوں کے ایک ایسے شیطانی چکر (Vicious Cycle of Debt) میں پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر زاہد اشرف نے اپنی کتاب اسلامی فنانس: اصول اور ترقی میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ سودی قرضوں کا یہی بوجھ ترقی پذیر دنیا کی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ ہے۔²⁴

سودی نظام سے پیدا ہونے والی معاشی ناہمواری کا تجزیہ

سودی نظام کی ساخت میں ایک بنیادی خرابی یہ ہے کہ یہ سرمائے کو حقیقی معاشی سرگرمی اور اس سے وابستہ خطرات سے الگ کر دیتا ہے، جس سے دولت کی گردش کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ اس نظام میں سرمایہ فراہم کرنے والے کا منافع محض وقت گزرنے سے مشروط ہوتا ہے، نہ کہ اس سرمائے کے پیداواری استعمال کے نتیجے سے۔ یوں سرمایہ دار بغیر کسی حقیقی معاشی قدر (Real Value) پیدا کیے اور نقصان کا کوئی بھی خطرہ مول لیے ایک یقینی منافع حاصل کرتا ہے، جو درحقیقت ایک غیر پیداواری اور استحصالی عمل ہے۔²⁵ اس کے برعکس، محنت اور اہلیت کو بروئے کار لانے والا حقیقی معاشی عامل (Entrepreneur) تمام کاروباری خطرات کا بوجھ اٹھانے کے باوجود اپنے نفع کا ایک حصہ قرض خواہ کو دینے پر مجبور ہوتا ہے، اور نقصان کی صورت میں دہری تباہی کا شکار ہوتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک یہی وہ بنیادی ظلم ہے جو معاشرے سے اخوت و ہمدردی کو ختم کر کے طبقاتی کشمکش کو جنم دیتا ہے، کیونکہ اس میں ایک فریق کا نفع دوسرے کے نقصان کی قیمت پر یقینی بنایا جاتا ہے۔²⁶

2. قرضوں کا بوجھ اور معاشی عدم استحکام

سودی نظام معیشت کو قرضوں پر انحصار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ حکومتیں اپنے بجٹ خسارے کو پورا کرنے کے لیے، کارپوریٹسز اپنے منصوبوں کی فنڈنگ کے لیے، اور افراد اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے قرض کا سہارا لیتے ہیں۔ اس "قرض پر مبنی معیشت-Debt" (Based Economy) کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پوری معیشت عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے۔ جب شرح سود کم ہوتی ہے تو قرض لینا آسان ہوتا ہے، جس سے مارکیٹ میں پیسہ زیادہ آ جاتا ہے، اثاثوں کی قیمتیں (جیسے اسٹاکس اور ریل اسٹیٹ) مصنوعی طور پر بڑھ جاتی ہیں، اور ایک

²⁴ زاہد اشرف، اسلامی فنانس: اصول اور ترقی (لاہور: علم پبلیکیشنز، 2016)، صفحہ 44۔

²⁵ محمد تقی عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار، 95۔

²⁶ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ، 260۔

معاشی بلبلہ (Economic Bubble) بن جاتا ہے۔ جب مرکزی بینک افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لیے شرح سود بڑھاتا ہے تو قرض مہنگا ہو جاتا ہے، جس سے سرمایہ کاری اور کھپت میں کمی آتی ہے، اور یہ بلبلہ پھٹ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشی بحران (Recession) پیدا ہوتا ہے۔ 2008 کا عالمی مالیاتی بحران اس کی واضح مثال ہے، جس کی بنیاد امریکہ کے سب پرائم مارکیٹ مارکیٹ میں دیے گئے غیر ذمہ دارانہ سودی قرضوں پر تھی۔ ڈاکٹر نیل جمیل نے اپنی کتاب سودی نظام کے اثرات اور اسلامی معیشت میں اس بحران کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ سود پر مبنی رسک کی منتقلی ہی اس تباہی کا اصل سبب تھی۔²⁷

قرض پر مبنی معیشت کے ساختیاتی عدم استحکام کا تجزیہ

سودی نظام کی ایک بنیادی خامی یہ ہے کہ یہ حقیقی پیداواری معیشت سے غیر منسلک "فرضی سرمائے" (Fictitious Capital) کو جنم دیتا ہے۔ جدید بینکاری نظام میں، رقم محض تبادلے کا ذریعہ نہیں رہتی بلکہ خود ایک تجارتی شے بن جاتی ہے، جسے قرض دے کر مزید رقم پیدا کی جاتی ہے۔²⁸ یہ "قرضی رقم" (Debt Money) مارکیٹ میں گردش کر کے اثاثوں کی قیمتوں میں غیر حقیقی اضافہ کرتی ہے، جس سے معاشی بلبلہ جنم لیتے ہیں۔ چونکہ یہ نظام خطرات کی منصفانہ تقسیم کے بجائے "خطرات کی منتقلی" (Risk Transfer) کے اصول پر کام کرتا ہے، اس لیے یہ اندرونی طور پر انتہائی غیر مستحکم ہوتا ہے۔ قرض دینے والے کا منافع تو محفوظ رہتا ہے، جبکہ معاشی سرگرمیوں کا تمام خطرہ قرض لینے والے اور بالآخر پوری معیشت پر منتقل ہو جاتا ہے۔²⁹

2008 کا عالمی مالیاتی بحران اسی ساختیاتی کمزوری کا نتیجہ تھا، جہاں بینکوں نے غیر محفوظ قرضوں پر مبنی پیچیدہ مالیاتی آلات (Derivatives) بنا کر اپنا خطرہ پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ جب قرض لینے والوں نے ڈیفالٹ کرنا شروع کیا تو یہ مصنوعی مالیاتی ڈھانچہ زمین بوس ہو گیا، کیونکہ اس کی بنیاد حقیقی اثاثوں پر نہیں بلکہ محض قرضوں کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے پر تھی۔³⁰ اس کے برعکس اسلامی مالیاتی نظام اثاثہ جاتی بنیادوں (Asset-Backed Financing) پر قائم ہے، جہاں ہر مالیاتی لین دین کے پیچھے کوئی حقیقی اثاثہ موجود ہوتا ہے۔ یہ اصول معیشت کو ایسے مصنوعی بحرانوں سے محفوظ رکھتا ہے اور سرمائے کو حقیقی پیداواری سرگرمیوں سے جوڑ کر پائیدار ترقی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

²⁷ نیل جمیل، سودی نظام کے اثرات اور اسلامی معیشت (اسلام آباد: معارف پبلیکیشنز، 2019)، ص 112۔

²⁸ محمد تقی عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار، ص 98۔

²⁹ نیل جمیل، سودی نظام کے اثرات اور اسلامی معیشت، ص 115۔

³⁰ علی الفراج، التمويل الإسلامي: الأسس والتطبيقات، ص 92۔

3. پیداواری سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی اور سٹہ بازی کا فروغ

سود پر مبنی مالیاتی نظام میں سرمایہ کار حقیقی معیشت (Real Economy)، یعنی اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں سرمایہ کاری کرنے کے بجائے مالیاتی منڈیوں میں سٹہ بازی (Speculation) کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بینک میں پیسہ رکھ کر یا بانڈز خرید کر بغیر کوئی خطرہ مول لیے ایک یقینی منافع حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی کاروبار میں سرمایہ کاری میں محنت، منصوبہ بندی اور نقصان کا خطرہ شامل ہوتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی اپنی کتاب اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار میں لکھتے ہیں کہ سودی نظام سرمائے کو "بزدل" بنا دیتا ہے اور اسے حقیقی معاشی ترقی میں حصہ لینے سے روکتا ہے۔³¹

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کھربوں ڈالر حقیقی معیشت میں گردش کرنے کے بجائے مالیاتی منڈیوں میں ڈیریویٹوز (Derivatives)، فیوچرز (Futures) اور دیگر پیچیدہ مالیاتی آلات کی خرید و فروخت میں لگے رہتے ہیں جن کا مقصد صرف قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ اس عمل سے معیشت میں کوئی حقیقی قدر (Real Value) پیدا نہیں ہوتی، بلکہ یہ صرف معاشی عدم استحکام کو بڑھاتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی مالیاتی نظام سرمائے کو مضاربہ (Mudarabah) اور مشارکہ (Musharakah) جیسے شراکت داری کے معاہدوں کے ذریعے حقیقی کاروباری منصوبوں سے جوڑتا ہے، جہاں نفع اور نقصان دونوں میں شراکت ہوتی ہے۔ یہ ماڈل سرمائے کو پیداواری مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔³²

4. اخلاقی اور سماجی بحران

سودی نظام کے اثرات صرف معاشی دائرے تک محدود نہیں رہتے، بلکہ یہ معاشرے کی اخلاقی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ یہ نظام افراد میں لالچ، خود غرضی اور مادہ پرستی کو فروغ دیتا ہے۔ چونکہ منافع یقینی ہوتا ہے، اس لیے سرمایہ دار کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اس کا پیسہ کس مقصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ چاہے وہ معاشرے کے لیے مفید ہو یا نقصان دہ۔ اس کے برعکس، قرض لینے والا ہر وقت قرض کی واپسی کے دباؤ میں رہتا ہے، جو ذہنی تناؤ، اضطراب اور بعض اوقات خودکشی جیسے انتہائی اقدامات کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر حسن مصلح اپنی کتاب سود سے پاک معاشی نظام میں استدلال کرتے ہیں کہ سود باہمی تعاون، ہمدردی اور بھائی چارے کی اسلامی اقدار کو ختم کر کے معاشرے میں طبقاتی کشمکش اور نفرت کو جنم دیتا ہے۔³³

³¹ عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار، ص 95۔

³² علی الفراج، التوبیل الإسلامي: الأسس والتطبيقات (الدام: دار ابن کثیر، 2014)، ص 88۔

³³ حسن مصلح، سود سے پاک معاشی نظام (کراچی: علمی کتاب گھر، 2018)، ص 59۔

سودی نظام کے اخلاقی مضمرات اور معاشرتی انحطاط

سودی نظام کا سب سے مہلک اثر یہ ہے کہ یہ انسانی معاشرت کی بنیاد، یعنی باہمی تعاون اور ہمدردی (مواخات) کو ختم کر کے اس کی جگہ ایک استحصالی نفسیات کو پروان چڑھاتا ہے۔ اسلام نے ضرورت مند کی مدد کے لیے قرضِ حسنہ (بلا سود قرض) کو ایک عظیم نیکی قرار دیا ہے، جو معاشرے میں اخوت اور باہمی کفالت کے جذبات کو مضبوط کرتا ہے۔ اس کے برعکس، سودی نظام ضرورت مند کی مجبوری کو منافع کمانے کا ذریعہ بنا کر اس اخلاقی رشتے کو معاشی جبر کے تعلق میں بدل دیتا ہے۔³⁴ یہ نظام سرمائے کو سماجی اور اخلاقی ذمہ داری سے آزاد کر دیتا ہے، کیونکہ سرمایہ دار کا مقصد صرف اپنے سرمائے پر ایک یقینی اور متعین اضافہ حاصل کرنا ہوتا ہے، چاہے اس کا سرمایہ معاشرے کے لیے مفید منصوبوں میں لگے یا تباہ کن سرگرمیوں میں۔³⁵

اس اخلاقی بے حسی کا نتیجہ معاشرے میں ایک گہری طبقاتی تقسیم کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک طرف قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ایک مقروض طبقہ ہوتا ہے جو مسلسل معاشی اور ذہنی دباؤ کا شکار رہتا ہے، تو دوسری طرف ایک غیر پیداواری سرمایہ دار طبقہ ہوتا ہے جو بغیر کسی محنت اور خطرے کے دوسروں کی کمائی سے دولت جمع کرتا ہے۔ یہ صورتحال معاشرے میں حسد، بغض اور سماجی بے چینی کو جنم دیتی ہے، جو بالآخر معاشرتی استحکام کو تباہ کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے نزدیک، سود کی حرمت کا ایک بڑا مقصد ہی ایسے معاشرتی فساد کو روکنا ہے جو وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال سے پیدا ہوتا ہے۔³⁶

معاصر علماء کی آراء اور سودی نظام کا متبادل

سودی نظام کی ہمہ گیر تباہ کاریوں کے پیش نظر، بیسویں اور اکیسویں صدی کے مسلم مفکرین اور علماء نے نہ صرف اس کی بھرپور مذمت کی ہے، بلکہ اس کا ایک جامع اور قابل عمل متبادل بھی پیش کیا ہے جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہے۔ ان علماء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اور جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی کے نام سرفہرست ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریاتی فریم ورک: مولانا مودودی نے اسلامی معیشت کو ایک مکمل نظام حیات کے جزو کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک سود صرف ایک معاشی مسئلہ نہیں، بلکہ ایک اخلاقی اور تہذیبی بیماری ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کی جڑوں میں بیٹھی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں واضح کیا کہ سود انسان کے اندر سے اخوت اور ہمدردی کے جذبات ختم کر کے اسے ایک ایسے حیوان میں تبدیل کر دیتا ہے

³⁴ حسن مصلح، سود سے پاک معاشی نظام، ص 62

³⁵ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ، ص 259

³⁶ یوسف القرضاوی، الاقتصاد الإسلامي: المبادئ والتطبيقات، 2: 520

جو دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔³⁷ مولانا مودودی نے سود کے متبادل کے طور پر زکوٰۃ، صدقات اور نفع و نقصان میں شراکت پر مبنی نظام (مشارکہ و مضاربہ) کو پیش کیا۔ ان کا موقف تھا کہ جب تک پورے معاشی نظام کی بنیاد اسلامی اصولوں پر استوار نہیں کی جاتی، صرف چند اسلامی بینک قائم کرنے سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا فقہی اور سماجی نقطہ نظر: ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں سود کی تمام جدید شکلوں، بشمول بینک کے انٹرسٹ، کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ انہوں نے ان دلائل کو مسترد کیا جو تجارتی سود (Commercial Interest) اور صرفی سود (Usury) میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے مطابق، قرآن کی ممانعت ہر قسم کے مشروط اضافے پر محیط ہے۔³⁸ ڈاکٹر قرضاوی نے اسلامی معیشت کے سماجی پہلوؤں پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سود کے خاتمے کا اصل مقصد ایک ایسا منصفانہ معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں غربت کا خاتمہ ہو اور دولت کی گردش چند ہاتھوں تک محدود نہ رہے۔ انہوں نے زکوٰۃ کے نظام کو غربت کے خاتمے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار قرار دیا اور اسلامی حکومتوں پر زور دیا کہ وہ اس کے فعال نفاذ کو یقینی بنائیں۔

جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی اور عملی اسلامی بینکاری: مولانا تقی عثمانی کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلامی بینکاری اور مالیات کو نظریاتی بحثوں سے نکال کر ایک قابل عمل حقیقت میں بدلنے کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ وہ اسلامی فقہ اور جدید معاشیات دونوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اپنی شہرہ آفاق تصنیف اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار اور دیگر تحریروں میں انہوں نے سود کے متبادل کے طور پر متعدد مالیاتی پروڈکٹس جیسے مشارکہ، مضاربہ، مرابحہ، اجارہ اور استصناع کی تفصیلی فقہی اور عملی وضاحت کی ہے۔³⁹ ان کا استدلال ہے کہ اسلامی بینکاری کا مقصد صرف "سود سے پاک" ہونا نہیں، بلکہ اسلامی معیشت کے اعلیٰ مقاصد، یعنی عدل اجتماعی اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے موجودہ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ جیسے طریقوں پر تنقید بھی کی ہے جو شکل میں تو اسلامی ہیں لیکن اپنی روح میں سودی نظام سے قریب ہیں، اور حقیقی شراکت پر مبنی طریقوں کو فروغ دینے پر زور دیا ہے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا معاشی تجزیہ: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے اسلامی معاشیات کو ایک علمی ڈسپلن کے طور پر متعارف کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ انہوں نے جدید معاشی نظریات کی روشنی میں سودی نظام کی خرابیوں کا تجزیہ کیا اور ثابت کیا کہ یہ نظام وسائل کی غیر موثر

³⁷ مودودی، اسلامی معیشت: اصول و طریقہ، ص 260۔

³⁸ یوسف القرضاوی، الاقتصاد الإسلامي: المبادئ والتطبيقات (القاهرة: دار الشروق، 2005)، جلد 2، ص 511۔

³⁹ عثمانی، اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار، ص 115-250۔

تقسیم (Inefficient Allocation of Resources) کا باعث بنتا ہے۔ انہوں نے یہ نظر یہ پیش کیا کہ نفع و نقصان میں شراکت پر مبنی نظام نہ صرف اخلاقی طور پر بہتر ہے بلکہ معاشی طور پر بھی زیادہ مستحکم اور پیداواری ہے۔⁴⁰

ان تمام علماء کی آراء میں اتفاق کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ سود اپنی ہر شکل میں حرام اور ناقابل قبول ہے، اور اس کا متبادل ایک ایسا نظام ہے جو قرض کے بجائے شراکت، خطرے کی تقسیم (Risk Sharing) اور اثاثہ جاتی بنیاد (Asset-Backed Financing) پر قائم ہو۔ یہ متبادل نظام نہ صرف مسلمانوں کے ایمانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے بلکہ پوری انسانیت کو موجودہ معاشی بحرانوں سے نکلنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

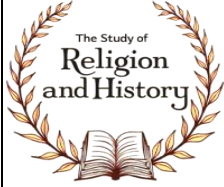
حاصل بحث

اس مقالہ میں سودی نظام کے اثرات اور عالمی معیشت پر اس کی گرفت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ سود، جسے جدید معیشت کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے، درحقیقت معاشی، سماجی اور اخلاقی سطح پر بے شمار خرابیوں کی جڑ ہے۔ قرآن و سنت نے اسے نہ صرف حرام قرار دیا بلکہ اس کے خلاف سخت ترین وعید سنائی، کیونکہ یہ عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے۔ تجزیے سے یہ ثابت ہوا کہ سودی نظام دولت کو غریبوں سے امیروں کی طرف منتقل کر کے معاشی عدم مساوات کو فروغ دیتا ہے، ممالک اور افراد کو قرضوں کے نہ ختم ہونے والے چکر میں جکڑ کر معاشی عدم استحکام پیدا کرتا ہے، اور سرمائے کو حقیقی پیداواری سرگرمیوں سے ہٹا کر سٹے بازی جیسے غیر پیداواری کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ معاصر مسلم علماء نے ان تمام پہلوؤں کو اپنی تحریروں میں اجاگر کیا ہے اور متفقہ طور پر یہ موقف پیش کیا ہے کہ پائیدار اور منصفانہ معاشی ترقی کا حصول سودی نظام کے خاتمے کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے اسلامی مالیات کے اصولوں، بالخصوص مشارکہ اور مضاربہ کو ایک قابل عمل متبادل کے طور پر پیش کیا ہے جو خطرات اور منافع کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے اور سرمائے کو حقیقی معاشی ترقی سے جوڑتا ہے۔ یہ بحث اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ عصر حاضر کے معاشی چیلنجز، جن میں غربت، بے روزگاری اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم سرفہرست ہیں، کا سودی نظام سے گہرا تعلق ہے۔

کتابیات

- * القرآن الکریم۔
- * ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ بیروت: دار صادر، س-ن
- * اشرف، زاہد۔ اسلامی فنانس: اصول اور ترقی۔ لاہور: علم پبلیکیشنز، 2016ء۔
- * الاصفہانی، أبو القاسم حسین بن محمد بن الفضل الراغب، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار المعرفة، لبنان، 2002ء۔
- * الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی۔ احکام القرآن۔ تحقیق: محمد الصادق قضاوی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1994ء۔

⁴⁰ صدیقی، اسلامی معاشی نظام اور اس کے اصول، ص 81۔



- * جمیل، نبیل۔ سودی نظام کے اثرات اور اسلامی معیشت۔ اسلام آباد: معارف پبلیکیشنز، 2019ء۔
- * السدیس، عبد الرحمن۔ الاقتصاد الإسلامي وأثره في المجتمعات الحديثة۔ مکہ: دار السلام، 2010ء۔
- * صدیقی، نجات اللہ۔ اسلامی معاشی نظام اور اس کے اصول۔ اسلام آباد: اسلامی پبلیکیشنز، 2008ء۔
- * عثمانی، محمد تقی۔ اسلامی بینکاری: اصول و طریقہ کار۔ کراچی: دار السلام، 2010ء۔
- * الفراج، علی۔ التمويل الإسلامي: الأسس والتطبيقات۔ الدمام: دار ابن کثیر، 2014ء۔
- * القرضاوی، یوسف۔ الاقتصاد الإسلامي: المبادئ والتطبيقات۔ قاہرہ: دار الشروق، 2005ء۔
- * مصلح، حسن۔ سود سے پاک معاشی نظام۔ کراچی: علمی کتاب گھر، 2018ء۔
- * مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ اسلامی معیشت: اصول و طریقہ۔ لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2002ء۔